قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعرات 18 مارچ 2021ء | 04 شعبان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:66

ارشاد باری تعالیٰ

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا۔

(الفرقان:64)

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔

فرمان خلیفہ وقت

’’عبادالرحمٰن میں سے سب سے بڑے عبدِرحمٰن وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی قوت قدسی نے عبادالرحمٰن پیدا کئے۔ تکبر سے رہنے والوں کو عجز کے راستے دکھائے۔ ان کے ذہنوں سے غلام اور آقا اور امیر اور غریب کی تخصیص ختم کر دی۔ یہ سب انقلاب کس طرح آیا۔ یہ اتنی بڑی تبدیلی دلوں میں کس طرح پیدا ہوئی۔ کیا صرف پیغام پہنچانے سے؟ تعلیم دینے سے؟ نہیں، اس کے ساتھ ساتھ خود بھی عبدیت کے اعلیٰ معیار آپ نے قائم کئے۔ خود بھی یہ عاجزی اور انکساری کے نمونے دکھا کر اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کے اعلیٰ معیار بھی تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ یہ عاجزی اور انکساری کے نمونے آپ نے عمل سے دکھائے کہ یہ میری زندگی کے ہر پہلو میں نظر آئیں گے۔ معاشرے کے غریب اور کمزور طبقے سے بھی میرا یہی سلوک ہے، جاہل اور اجڈ لوگوں سے بھی میرا یہی سلوک ہے، بڑوں سے بھی یہی سلوک ہے اور چھوٹوں سے بھی یہی سلوک ہے۔ اور یہی سلوک ہے جو میری زندگی کے ہر لمحے میں ہر ایک کے ساتھ تمہیں نظر آئے گا۔ اور یہی کچھ دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ سند عطا فرمائی کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5) یعنی ہم قسم کھاتے ہیں کہ تو اپنی تعلیم اور عمل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اس قسم نے آپ کو عاجزی میں اور بھی بڑھایا۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت حسین بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے میرے حق سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بندہ پہلے بنایا ہے اور رسول بعد میں۔

(مجمع الزوائد ہیثمی۔ کتاب علامات النبوۃ۔ باب فی تواضعہ ﷺ)

اور حضرت حسینؓ کا یہ جو بیان ہے یہ کسی شخص کے اُس رویّہ پر ہے جس نے آپؐ سے بے انتہا محبت کر کے غیر ضروری طور پر بعض الفاظ آپؐ کے لئے استعمال کر دیئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم جو میرے لئے الفاظ استعمال کر رہے ہو مجھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات اپنے لئے یاد ہے کہ یہ الفاظ آپؐ نے اپنے لئے فرمائے تھے کہ مجھے بھی میرے حق سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرو۔ پس یہ ہے عاجزی کی وہ اعلیٰ مثال جو آپؐ نے اپنی اولاد در اولاد میں بھی پیدا کر دی کہ یاد رکھو کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں یعنی بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (الکہف:111) کی وضاحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ پھر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ پر وحی نازل فرمائی اور اپنا رسول بنایا۔ یہ اعلیٰ درجہ کی ہدایت اور آپؐ کا جواب آپؐ کے مقام کو اور بھی بلند کرتا ہے۔ آپؐ کیونکہ ایک اعلیٰ درجہ کے عبد کامل تھے اس لئے یہ تعلیم دی اور اس پہ بڑا زور دیا کہ مجھے اللہ کا بندہ ہی سمجھنا۔

(خطبہ جمعہ 11/ مارچ 2005ء بحوالہ الاسلام)

اس شمارہ میں

- محبت کا بلاوا (منظوم)
- تعارف سورۃالطور (52ویں سورۃ)
- حضرت ڈاکٹر اقبال علی غنی صاحب رضی اللہ عنہ
- صحابیاتؓ کا حیاسے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے

فرمان رسول ﷺ

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں بنی آدم کا سردار ہوں مگر اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے زمین کو پھاڑا جائے گا۔ مگر اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ قیامت کے دن میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین شق کی جائے گی۔ لیکن اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔ لیکن اس میں کوئی فخر نہیں۔

(ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب ذکر الشفاعۃ)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری بہت زیادہ تعریف نہ کرو جس طرح عیسائی ابن مریم کی کرتے ہیں۔ مَیں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم صرف مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔

(بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قول اللہ واذکر فی الکتب مریم)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

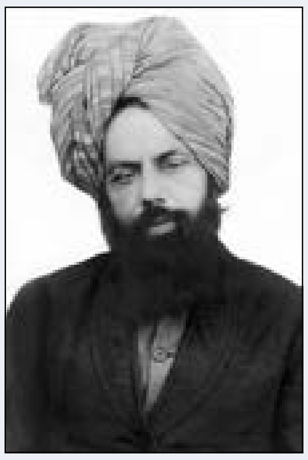

مدح وہی ہے جو خدا آسمان سے کرے

’’خدا کی رضا میں فانی لوگ نہیں چاہتے کہ ان کو کوئی درجہ اور امامت دی جاوے۔ وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادات کے مزے لینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مگر ان کو خدا تعالیٰ کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لئے ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کا کسی کو پتہ بھی ہو۔ آخر خدا نے ان کو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار ان کے سپرد کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزاروں شاعر آتے اور آپؐ کی تعریف میں شعر کہتے تھے مگر عقلمند ہے وہ دل جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریفوں سے پھولتے تھے۔ وہ ان کو مردہ کیڑے کی طرح خیال کرتے تھے۔ مدح وہی ہوتی ہے جو خدا آسمان سے کرے۔ یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں۔ ان کو دنیا کی مدح و ثنا کی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا آسمان اور عرش سے ان کی تعریف اور مدح کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 187 ایڈیشن 1988ء)

’’خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگی تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپؐ کے پاس عمائد مکہ اور رؤسائے شہر جمع تھے اور آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرما دی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمت الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 611 - 612 ایڈیشن 1988ء)

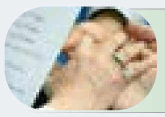

دربارِ خلافت

مزید روایات از خان صاحب منشی برکت علی صاحبؓ ولد محمد فاضل صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

پھر آگے لکھتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مقابلے میں تفسیر نویسی کے منظور نہ کرنے پر حضور نے اعجاز المسیح رقم فرمائی اور اس میں چیلنج دیا کہ پیر صاحب اتنے عرصے کے اندر اندر اس کتاب کا جواب تحریر کریں۔ پیر صاحب نے عربی میں تو کچھ نہ لکھا گو مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے اردو میں ایک کتاب لکھی تھی جو بعد میں سرقہ ثابت ہوئی (وہ بھی چوری کی ثابت ہوئی)۔ کہتے ہیں بہرحال اس کشمکش میں میری طبیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جانب زیادہ مائل ہوتی گئی۔ پھر مَیں نے خیال کیا کہ احادیث کا تو ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جس پر عبور کرنا مشکل ہے مگر احمدی احباب اکثر قرآنِ کریم کے حوالہ جات دیتے رہتے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ قرآنِ کریم کا شروع سے آخر تک بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے۔ چنانچہ گو میں عربی نہیں جانتا تھا مگر مَیں نے ایک اور دوست کے ساتھ مل کر قرآنِ کریم کا اردو ترجمہ پڑھا اور اس کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم میں ایک دو نہیں، بیس تیس نہیں بلکہ متعدد آیات ایسی ہیں جن سے وفاتِ مسیح کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ 1901ء کے شروع میں جب مردم شماری ہونے والی تھی حضور نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں درج تھا کہ جو لوگ مجھ پر دل میں ایمان رکھتے ہیں گو ظاہراً بیعت نہ کی ہو وہ اپنے آپ کو احمدی لکھوا سکتے ہیں۔ اُس وقت مجھے اس قدر حسنِ ظن ہو گیا تھا کہ مَیں تھوڑا بہت چندہ بھی دینے لگ گیا تھا اور گو مَیں نے بیعت نہ کی تھی لیکن مردم شماری میں اپنے آپ کو احمدی لکھوا دیا۔ مجھے خواب میں ایک روز حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ صبح قریباً چار بجے کا وقت تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضور برابر والے کمرے میں احمدیوں کے پاس آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں حضور سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کے لئے اس کمرے میں گیا اور جا کر السلام علیکم عرض کی۔ حضور نے جواب دیا وعلیکم السلام اور خواب میں فرمایا کہ برکت علی! تم ہماری طرف کب آؤ گے؟ مَیں نے عرض کی حضرت! اب آ ہی جاؤں گا۔ حضور اس وقت چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ جسم ننگا تھا (اوپر سے ننگے تھے)۔ سر کے بال لمبے تھے اور اُس وقت کے چند روز بعد مَیں نے تحریری بیعت کر لی۔ یہ نظارہ مجھے اب تک ایسا ہی یاد ہے جیسا کہ بیداری میں ہوا ہو۔ اس کے بعد جلسہ سالانہ کے موقع پر مَیں نے دارالامان میں حاضر ہو کر دستی بیعت بھی کر لی۔ اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ حضور کی شبیہ مبارک بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ مَیں نے خواب میں دیکھی تھی اور اُس سے کچھ عرصہ بعد اتفاقاً اس مہمان خانے میں اترا ہوا تھا جس میں اب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ابن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سکونت پذیر ہیں۔ مَیں ایک چارپائی پر بیٹھا تھا کہ سامنے چھت پر غالباً کسی ذرا اونچی جگہ پر حضور آ کر تشریف فرما ہوئے۔ نہا کر آئے تھے۔ بال کھلے ہوئے تھے اور اوپر کا جسم ننگا تھا۔ یہ شکل خصوصیت سے مجھے ویسی ہی معلوم

بقیہ صفحہ 4 پر

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ لَدِيغًا

ترجمہ: اے اللہ! میں کسی دیوار وغیرہ کے میرے اوپر گرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ نیز میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ (کسی بلند جگہ) سے گر کر ہلاک ہو جاؤں، یا ڈوب کر یا جل کر مر جاؤں یا مجھے شدید بڑھاپے کی موت آئے۔ میں تجھ سے اس بات کی بھی پناہ چاہتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھ پر مسلط ہو اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ تیری راہ سے پیٹھ پھیرنے کی حالت میں مروں اور اس بات سے بھی کہ تکلیف دینے والے جانور کے کاٹنے سے ہلاک ہوں۔ (سنن أبي داود، كتاب الوتر، باب في الاستعاذة، حديث 1554)

یہ سید و مولیٰ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بُری موت سے بچنے کی دعا ہے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

محبت کا بلاوا

میرے پیارو! ندا سن لو محبت کا بلاوا ہے
یہی سچی محبت اور باقی سب دکھاوا ہے
محبت میری پانے کی بہت باریک راہیں ہیں
سہارا دینے کو لیکن میری مضبوط باہیں ہیں
توکل مجھ پہ رکھو گے تو رستہ میں بتاؤں گا
اگر توفیق مانگو گے تو خود تک لے کے آؤں گا
سنو قربت کی راہوں کی منادی تم چلے آؤ
یہ دنیا ڈھول تاشوں کی ہے عادی تم چلے آؤ
ہو عمرِ نوح یا عمرِ خضر واپس پلٹنا ہے
پسارا جو کیے بیٹھے ہو وہ اک دن سمٹنا ہے
کہو گے کیا کہ جس دن میں تمہیں واپس بلاؤں گا
کرو گے کیا کہ جب مٹی میں، مَیں تم کو سلاؤں گا
ابھی سے فکر کر لو دیکھ لو سب توشہ دانوں کو
کہ وقتِ عصر ہے کھنگال لو ان مرتبانوں کو
سنو تقویٰ کی راہوں نے صدا دی تم چلے آؤ
یہ دنیا ڈھول تاشوں کی ہے عادی تم چلے آؤ
یہ دنیا ایک کھیتی ہے اُگے گا جو بھی بونا ہے
نہ بویا آج بھی گر کچھ تو کل حسرت سے رونا ہے
اگر اخلاص نہ ہوگا تو سب ڈھ جائے گا اس دن
پشیمانی کے اشکوں میں سبھی بہ جائے گا اس دن
وہاں میزانِ نیت پر عمل سب تولا جائے گا
کھرے کھوٹے کا پردہ پیش خلقت کھولا جائے گا
سنو تم کو حقیقت سب بتا دی تم چلے آؤ
یہ دنیا ڈھول تاشوں کی ہے عادی تم چلے آؤ

سعدیہ تسنیم سحر۔ جرمنی

الفضل انٹرنیشنل 13 اکتوبر 2020ء

ابو سلطان

تعارف سورۃالطور (52ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 50 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورۃ مکی دور میں نبوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی۔ نوڈلکے نے اس سورۃ کا نزول اسکی سابقہ سورت (الذّٰرِیٰت) کے معاً بعد بتایا ہے جبکہ میور کے مطابق موجودہ سورت کچھ عرصہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔ گزشتہ سورت (الذّٰرِیٰت) میں ایک عظیم روحانی انقلاب کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی تھی جو قرآن کریم کے ذریعہ رونما ہوگی۔ گزشتہ سورت میں بتایا گیا تھا کہ ضرورت کے تقاضوں کے عین مطابق اور قانون فطرت کے مطابق جیسا کہ لوگ (اخلاقی) خرابیوں کا شکار ہو چکے تھے اور خدا کو بھول بیٹھے تھے، تو ایک نئی وحی کا آنا مقدر تھا۔ گزشتہ سورت کا اختتام اس بیان پر ہوا تھا کہ سابقہ انبیاء کی طرح آپ ﷺ کو بھی شدید مخالفت کا سامنا ہوگا مگر حق کی فتح ہوگی اور کفار کو سزا ملے گی۔

موجودہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بائیبل میں مذکور پیشگوئیوں کا ذکر ہے اور کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی مخالفت پر قائم رہے تو خدائی عذاب ان کا مقدر ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورت کا آغاز بائیبل میں مذکور پیشگوئیوں سے ہوتا ہے جو قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہیں اور بتاتی ہیں کہ بائیبل، قرآن کریم اور کعبہ، یہ سب اسلام کی سچائی کے گواہ ہیں اور کفار کو تنبیہ کرتی ہے کہ حق کی مخالفت کے کبھی اچھے نتائج نہیں نکلتے۔ مگر خدا کے وہ نیک بندے جو الٰہی تعلیمات کو قبول کرتے ہیں اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالتے ہیں وہ خدائی افضال حاصل کریں گے۔ پھر یہ سورت بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (نعوذباللہ) فال نکالنے والے یا مجنون نہیں ہیں اور نہ ہی شاعر ہیں بلکہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ کیونکہ جو عظیم الشان اخلاقی اور روحانی انقلاب آپ ﷺ نے برپا کیا ہے وہ کسی مجنون یا شاعر کا کام نہیں ہوسکتا۔

اور نہ ہی الٰہی صحیفہ (قرآن کریم) جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے یہ بہتان باندھنے والوں کا کام ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم زمین وآسمان کے عظیم خالق کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی معاوضے کے طالب نہ ہیں اور نہ ہی کفار کے مکروہ ارادے کامیاب ہونے والے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی حفاظت خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے مگر خدائی عذاب جو تیزی سے آرہا ہے جلد کفار کو آلے گا۔

تعارف سورۃالنجم (53 ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 63 آیات ہیں)

وقت نزول اور سیاق و سباق

جمہور علماء کی رائے کے مطابق اس سورۃ کا نزول نبوت کے پانچویں سال میں ہوا، ابی سینیا کی طرف ہجرت کے معاً بعد، جو اسی سال رجب کے مہینے میں ہوئی۔ گزشتہ سورت میں قرآنی وحی کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعویٰ کے منجانب اللہ ہونے کا بیان بائیبل میں مذکور پیشگوئیوں اور قانون فطرت کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اس سورت میں اسی مضمون کو مزید صراحت اور تحدی سے پیش کیا گیا ہے۔ مزید یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالی مرتبہ رسول ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے آخری اور بے عیب راہنما اور معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورت کے آغاز میں ایک خاص ستارہ کے ٹوٹنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تائید کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے الٰہی رازوں سے پردہ اٹھانا شروع کیا ہے اور الٰہی معارف کے چشمے سے اس کے فضلوں اور علم سے سیراب ہیں اور اس بلند ترین روحانی مقام کو پالیا ہے جو بشریت کے لیے آخری ممکنہ حد ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب سیر ہو کر انسانی ہمدردی، پیار اور رحم کا دودھ پیا اور روحانیت سے سیر ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو ایک بت پرست قوم کو جو لکڑی اور پتھر کے بت پوجتے تھے، توحید باری تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا فریضہ سپرد ہوا۔ پھر یہ سورت انسانی نقطہ نظر سے نہایت قاطع اور مضبوط دلائل توحید باری تعالیٰ کے بیان کرتی ہے اور بت پرستی کی نہایت قوت سے بیخ کنی کرتی ہے کہ بت پرستی دراصل حقیقی علم سے آگہی نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کی بنیادیں ایسی کھوکھلی ہیں کہ حق کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

پھر یہ سورت بتاتی ہے کہ بت پرستوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور حضرت موسیٰ اور دیگر نبیوں کے قصص سے کہ مشرکانہ عقائد نے ہمیشہ مشرکوں کے اخلاقی اور روحانی تباہی کے سامان پیدا کیے ہیں۔ یہ سورت مزید بتاتی ہے کہ ہر آدمی نے اپنی صلیب خود اٹھانی ہے اور اپنے اعمال کے لیے خدا کو جوابدہ ہے جو اصل مدعا ہر چیز کا ہے۔ اس سورت کے اختتام پر کفار کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ الٰہی پیغام کی مخالفت میں مارے گئے تو ان کا مقدر مایوسی ہوگی جیسا کہ قومِ نوح اور قوم عاد اور ثمود کا تھا اور باطل کی تباہی ایک لازمی امر ہے اور کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔

از غلام مصباح بلوچ

حضرت ڈاکٹر اقبال علی غنی صاحب رضی اللہ عنہ

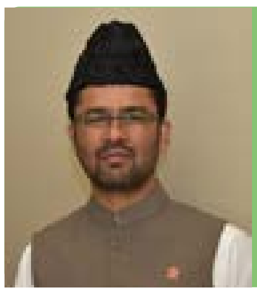

حضرت ڈاکٹر اقبال علی غنی صاحبؓ ولد مولوی عبدالغنی صاحب قریبًا 1887ء میں پیدا ہوئے، آپ حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب رضی اللہ عنہ (ولادت: 1876ء۔ بیعت: 1900ء۔ وفات: 14/ جنوری 1955ء) کے چھوٹے بھائی تھے۔ اس خاندان میں سب سے پہلے حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحبؓ نے ہی اپنے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر علی اظفر صاحب کے ساتھ مشرقی افریقہ میں ملازمت کے دوران احمدیت قبول کی تھی۔ بعدازاں جب حضرت ڈاکٹر صاحبؓ واپس اپنے گھر امرتسر آئے تو اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کو بھی سلسلہ احمدیہ سے وابستہ کیا اور اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں حضرت ڈاکٹر اقبال علی غنی صاحبؓ اور حضرت شیخ منظور علی شاکر صاحبؓ کو قادیان کے سکول میں داخل کرانے کا اظہار کیا، شروع میں تو آپ کی والدہ نے انکار کیا کہ میں اکیلے بچے قادیان میں نہیں چھوڑ سکتی لیکن حضرت ڈاکٹر صاحبؓ کے سمجھانے پر راضی ہوگئیں چنانچہ آپ کی بہن حضرت مراد خاتون صاحبہ اہلیہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ اس پہلے سفر قادیان کی روداد بیان کرتے لکھتی ہیں کہ ’’.... دوسرے دن اقبال علی اور منظور علی دونوں بھائیوں کو سکول میں داخل کرا کے ہم واپس امرتسر چلے گئے۔‘‘ (الحکم 28/ ستمبر 1934ء صفحہ 10 کالم 1) اس طرح آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت اور صحبت کا شرف حاصل تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے میڈیکل کی تعلیم حاصل کی۔

آپ کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی نواسی محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ بنت حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ یکے از 313 صحابہ کے ساتھ ہوئی، نکاح خود حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مورخہ 26/ اگست 1910ء کو پڑھا جس کی خبر اخبار الحکم میں یوں درج ہے: ’’بعد عصر آپ کی نواسی کا نکاح ہونے والا تھا مگر مفتی فضل الرحمان صاحب کی وقتی غیر حاضری کی وجہ سے بعد نماز مغرب پانچ سو روپیہ مہر پر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب سے ہوا۔‘‘ (الحکم 28/ اگست 1910ء صفحہ 13) اس خبر پر لطیفہ یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے ڈاکٹر محمد اقبال سے علامہ اقبال سمجھ لیا یہاں تک کہ خود علامہ اقبال نے بذریعہ ’’پیسہ اخبار‘‘ اس کی تردید شائع کرائی کہ ’’اخبار الحکم قادیان مورخہ 28/ اگست 1910ء کے صفحہ 13 پر مندرجہ ذیل خبر ..... سے میرے اکثر احباب کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے مجھ سے زبانی اور بذریعہ خطوط استفسار کیا ہے۔ سب حضرات کی آگاہی کے لیے بذریعہ آپ کے اخبار کے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جن ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کا ذکر ایڈیٹر صاحب الحکم نے کیا ہے وہ کوئی اور صاحب ہوں گے۔‘‘

(کلیات مکاتیب اقبال جلد اول صفحہ 217 مرتبہ سید مظفر حسین برنی۔ اردو اکادمی دہلی۔ اشاعت چہارم 1993ء)

حضرت ڈاکٹر اقبال علی غنی صاحبؓ بعد ازاں ملازمت کے سلسلے میں اتر پردیش میں رہے، آپ نے بطور اسسٹنٹ سرجن انچارج کیمپ گورنر یوپی بھی کام کی توفیق پائی۔ آپ سلسلہ احمدیہ سے اخلاص رکھنے والے تھے۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ ایک جگہ آپ کی مخلصانہ کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ڈاکٹر اقبال علی صاحب احمدی انچارج شفاخانہ بارہ بنکی یوپی نے ہمدردی اور اخلاص کا قابل تقلید نمونہ دکھایا ہے جو بہت قابل شکریہ ہے۔ کسی جگہ لوہے کی چارپائیاں نیلام ہو رہی تھیں، تین چارپائیاں اس نیت سے خرید کر لیں کہ نور ہاسپٹل کو بھیجی جائیں گی چنانچہ سینکڑوں میلوں سے وہ چارپائیاں بذریعہ ریل بھیج دیں۔ احباب اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ہاسپٹل کے لیے مختلف اشیاء جو وقتاً فوقتاً الفضل سے معلوم ہوتی رہتی ہیں، بھیجنے کی کوشش فرمایا کریں۔‘‘

(الفضل 8/ جولائی 1927ء صفحہ 2 کالم 1)

آپ نے 1950ء میں قریبًا 63 سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحبؓ نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا: ’’میرے بھائی ڈاکٹر اقبال علی غنی 4/ جنوری 1950ء کی شام کو کراچی میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہوگئے ہیں۔ مرحوم صحابی اور موصی تھے۔ مرحوم کی بلندی درجات کے لیے احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔ ڈاکٹر فیض علی صابر مہاجر قادیان۔ ایف 105 ماڈل ٹاؤن لاہور‘‘

(الفضل 7/ جنوری 1950ء صفحہ 6)

آپ کی اہلیہ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ بھی موصیہ (وصیت نمبر 7598) تھیں۔ (الفضل 17/ اکتوبر 1944ء صفحہ 6 کالم 4) آپ کے ایک بیٹے مکرم ذوالفقار علی غنی صاحب کا نکاح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے رقیہ بیگم صاحبہ بنت جناب میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای اے سی کے ساتھ پڑھا۔ (الفضل 20 جنوری 1942ء) ایک بیٹے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن غنی صاحب تھے جو دی گئی تصویر میں ساتھ کھڑے ہیں۔

بقیہ: دربار خلافت ..... از صفحہ 2

ہوئی جو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا اور مجھے مزید یقین ہوگیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ نے میری ہدایت کے لئے مجھے دکھلائی ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 4 روایت حضرت منشی برکت علی صاحب صفحہ نمبر 136 تا 139 غیر مطبوعہ)

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد مبارک سے حضور غالباً نماز ظہر سے فارغ ہو کر کھڑکی کے راستے اندر تشریف لے جا رہے تھے تو حسبِ دستور احباب نے آپ کو گھیر لیا۔ کوئی ہاتھ چومتا تھا، کوئی جسم اطہر کو ہاتھ لگا کر اسے منہ اور سینے پر ملتا تھا۔ مَیں بھی اُن میں شامل تھا۔ اتنے میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول قریب سے گزرے، اور فرمانے لگے، ’’اخلاص چاہئے، اخلاص‘‘۔ میرے دل نے گواہی دی کہ بیشک ظاہرداری کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ اخلاص نہ ہو۔ (صرف چومنا اور ہاتھ لگانا کوئی چیز نہیں جب تک اخلاص نہ ہو۔ یہی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ان کو سبق دیا)۔ چنانچہ اُس وقت سے مَیں ہمیشہ اس کوشش میں رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے اخلاص کے ساتھ تعلق قائم رہے۔

لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد مبارک میں نماز ظہر کے بعد جبکہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کسی نے عرض کی کہ دو تین آریہ صاحبان ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں اندر بلا لیا اور گفتگو شروع ہوگئی۔ نجات کے متعلق ذکر آنے پر مَیں نے دیکھا کہ حضور کا رعب اس قدر غالب تھا کہ آریہ دوست کھل کر بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بیان کیا کہ نجات کے لئے ویدوں کا ماننا ضروری نہیں بلکہ جو اچھے کام کرے گا نجات پا جائے گا۔

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 4 روایت حضرت منشی برکت علی صاحب صفحہ نمبر 140 تا 141 غیر مطبوعہ)

لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں مجھے نماز جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ نماز حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا کر قبر کے نزدیک بیٹھ گئے۔ (وہاں مسجد اقصیٰ میں اُن کے والد کی جو قبر ہے)۔ مَیں بھی موقع پا کر پاس ہی بیٹھ گیا اور نماز میں حضور کی حرکات کو دیکھتا رہا کہ حضور کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں۔ حضور نے قیام میں اپنے ہاتھ سینے کے اوپر باندھے مگر انگلیاں کہنی تک نہیں پہنچتی تھیں۔ آپ کی گردن ذرا دائیں طرف جھکی رہتی تھی۔ نماز کے بعد یہ مسئلہ پیش ہوگیا کہ کیا نمازِ جمعہ کے ساتھ عصر بھی شامل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ چنانچہ حضور کے ارشاد کے مطابق اُس دن نمازِ عصر جمعہ کے ساتھ جمع کر کے ادا کی گئی۔

(خطبہ جمعہ 8/ اپریل 2011ء)

مرسلہ: درثمین احمد۔ جرمنی

صحابیاتؓ کا حیا سے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے

قسط چہارم

حضرت ام ابانؓ

حضرت اُمّ اباّنؓ عُتبہ بن ربیعہ کی خوبصورت اور بہادر بیٹی تھیں۔ کمسن ہونے کے باوجود فنون حرب سے خوب واقف تھیں اور تیر اندازی میں اس قدر کمال تھا کہ اُڑتے ہوئے پرندے کو گرالیا کرتی تھیں۔عبادت گزار بھی بہت تھیں۔حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں اسلامی لشکر کے ساتھ خدمت کرنے کے ارادہ سے شام گئیں۔ اُس وقت آپؓ کی شادی کو چند ہی روز گزرے تھے اور آپؓ کے شوہر اباّن بن سعید بھی مجاہدین میں شامل تھے۔ اسلامی لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں اجنادین کے مقام پر ٹھہرا۔ جب فوجیں صف آراء ہوئیں تو حضرت خالدؓ خواتین کے پاس آئے اور کہا:

اے دخترانِ عرب! تمہاری شجاعت، ہمت، جرأت اور استقلال مشہور ہے۔تم نے فرمانبرداری کرکے خدا اور اس کے رسول کو راضی کرلیا ہے، مجھے تمہاری دلیری پر اعتماد ہے، اگر رومی تمہارے سامنے آجائیں تو اُن سے خوب دل کھول کر لڑو۔ اگر مسلمان پیچھے ہٹیں تو انہیں غیرت دلا کر لڑائی کی طرف لوٹاؤ۔ اُمّ اباّنؓ نے کہا کاش آپ ہمیں آگے بڑھ کر لڑنے کی اجازت دیدیتے۔

جنگ شروع ہوئی تو اتفاق سے ایک تیر اباّن بن سعید کو آکر لگا جو انہوں نے ہمت کرکے خود ہی کھینچ لیا اور زخم کو اپنے عمامہ سے باندھ دیا۔ لیکن تیر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ زہر کا اثر سارے جسم میں پھیل گیا اور آپ شہید ہوگئے۔ جب اُمّ اباّنؓ کو اپنے شوہر کی شہادت کا علم ہوا تو فرطِ رنج سے دوہری ہوگئیں۔ جب اباّنؓ کی تدفین ہوئی تو اُمّ اباّنؓ تربت پر آئیں، فاتحہ پڑھی اور کہا:

اے اباّن! پروردگار نے فرمایا ہے کہ شہید مرتے نہیں، زندہ رہتے ہیں، کھاتے پیتے اور سنتے ہیں۔تم بھی سن رہے ہو۔سنو! میں نے تمہارے قاتل سے قصاص لینے کا عزم کرلیا ہے۔میدان جنگ میں جارہی ہوں، دعا کرو کہ جلد تم سے آملوں۔

یہ کہہ کر وہ واپس آئیں، زرہ بکتر پہنی اور چہرہ اس طرح ڈھک لیا کہ صرف آنکھیں، ناک اور پیشانی کا کچھ حصہ نظر آتا تھا۔ پھر تلوار حمائل کی اور کمان ہاتھ میں لے کر گھوڑے پر سوار ہوکر میدان جنگ میں پہنچیں۔ جب اباّن بن سعید کو شہید کرنے والا تو ما آپؓ کے سامنے آیا تو آپؓ کا چہرہ جوش وغصہ سے سرخ ہوگیا اور آپؓ نے اُس کی دائیں آنکھ میں ایسا کھینچ کر تیر مارا کہ وہ آہ و فریاد کرتا ہوا پیچھے کی طرف بھاگا۔ اُمّ اباّنؓ نے یکے بعد دیگرے آٹھ دس عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور پھر مسلسل تیر چلاتی رہیں۔ آخر اسلامی لشکر سے پسپا ہوکر عیسائی بھاگ نکلے۔ اس کے بعد بھی اُمّ اباّنؓ کئی معرکوں میں شریک ہوئیں۔ نہایت سرفروشی اور بہادری سے لڑیں۔ لیکن شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی۔

(ماخوذ از الفضل ڈائجسٹ ،مزید حوالہ ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلو پیڈیا صفحہ 574)

ام خلاد رضی اللہ عنہا

حیا کی اہمیت کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں کہ غزوہ احد کے موقعے پر ایک خاتون صحابیہ جن کا نام اُم خلاد رضی اللہ عنہا تھا،ان کے بیٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے گئے اور شہید ہو گئے۔ اللہ رب العزت کی شان کہ یہ اپنے بیٹے کی معلومات کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں۔جس وقت یہ آئیں تو مکمل طور پر پردے کی حالت میں تھیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا جوان بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ ایک صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا کہ دیکھو اتنی بڑی خبر کہ جوان بیٹا شہید ہو گیا ہے یہ خبر سن کر بھی یہ عورت اتنا کامل پردے کی حالت میں نکلی۔ تو اُم خلاد رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں ”میرا بیٹا فوت ہوا ہے حیا فوت نہیں ہوئی۔“

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فضل قتال ... حدیث نمبر 2488ص 397، ماخوذ از اصلاحی خطبات) (ماخوذ از:ازواج مطہرات وصحابیات کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ 494)

واقعی حیا کی یہ مثال بے نظیر ہے۔

جنتی خاتون

اسی طرح ایک واقعے سے علم ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین کو اپنی حیا کا اسقدر خیال ہوا کرتا تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی انہیں اپنی ستر پوشی کا احساس رہتا تھا۔حضرت سیِّدنا عطا بن ابو رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:”میں تمہیں جنَّتی عورت نہ دِکھاؤں؟ “میں نے عرض کی: کیوں نہیں۔فرمایا: یہ حبشی عورت (جنتی ہے)۔ اِس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مِرگی کے مَرَض کی وجہ سے میرا ستر (پردہ) کھل جاتا ہے آپ میرے لیے دُعا فرمائیے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاہو تو صبر کرو تمہارے لیے جنّت ہے اور اگر چاہو تو میں اللہ عزوجل سے تمہارے لیے دُعا کروں کہ وہ تجھے عافیت عطا فرمائے۔ اِس نے عرض کی: میں صبر کروں گی۔ پھر عرض کی: دُعا کیجئے بوقت مِرگی میرا پردہ نہ کُھلا کرے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمادی۔

(ماخوذ از: گلدستہ ،بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، ص1433، حدیث 5652)

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

آپؓ ایک باپردہ صحابیہ بھی تھیں۔حضرت عثمان بن عفانؓ آپکے اخیافی بھائی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے وقت اس قدر طویل سفر میں جس طرح شرم وحیا کی لاج رکھی اور پردے کا اِہتمام کیا وہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنی خُزاعہ کا ایک شخص اپنے اونٹ پر سوار کہیں جارہا تھا کہ وہ مکہ سے تھوڑی دور شرم حیا کی پیکر ایک باپردہ، باحیا خاتون کو ویرانے میں پیدل سفر کرتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اسے شک گزرا کہ یقیناً یہ باحیا خاتون انہی مسلمانوں میں سے ہوگی جنہیں اہلِ مکہ نے مدینہ جانے سے روک رکھا ہے۔سوال کرنے پر اس خاتون نے بھی اس شخص کے حلیف قبیلے بنی خُزاعہ کا فرد ہونے کی وجہ سے اعتماد کیا اور بتا دیا کہ وہ مدینہ جارہی ہے تو اس شخص کی شرافت نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ اللہ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عاشقہ کو یوں تنہا سفر کرنے دے۔ چنانچہ اس نے اپنا سفر مؤخر کیا اور اپنا اونٹ اس باپردہ خاتون کو پیش کرکے مدینہ پہنچانے کا عزم ظاہر کیا۔ اور شرم وحیا کی پیکر اس باپردہ خاتون نے بھی اسے غیبی امداد سمجھ کر قبول کرلیا۔ ایک ایسا خاموش سفر شروع ہوا جس پر آج بھی بلاشبہ رشک کیا جاسکتا ہے۔عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا تن تنہا سفر کرنے والی اس باپردہ باہمت خاتون خود اپنے سفر کی داستان کچھ یوں سناتی ہیں کہ دورانِ سفر اس شخص نے راستہ بھر مجھ سے کوئی کلام کیا، نہ میں نے اُس سے کوئی بات کی۔ جب آرام کا وقت ہوتا تو وہ اُونٹ کو بٹھا کر دور چلا جاتا اور میں کجاوے سے نکل کر کسی سایہ دار درخت کے نیچے چلی جاتی، پھر وہ اونٹ کو مجھ سے دُور کسی اور درخت کے نیچے باندھ دیتا اور خود بھی وہیں کہیں آرام کرلیتا اور جب دوبارہ سفر کا وقت ہوتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر اسے میرے پاس چھوڑ کر پھر خود دُور چلا جاتا، میرے سوار ہونے کے بعد خاموشی سے آکر نکیل پکڑتا اور مدینہ کی طرف چل پڑتا۔ یوں دورانِ سفر میں بھی نقاب میں رہی اور پردہ برقرار رکھنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئی، اللہ اس شخص کو اجرِعظیم دے اس نے بہت اچھے کردار کا مظاہرہ کیا۔

آخر جب میں مدینہ پہنچی تو سب سے پہلے حضرت اُمِّ سلّمہؓ کے گھر پر حاضر ہوئی۔ میں اس وقت بھی نقاب میں تھی جس کی وجہ سے حضرت اُمِّ سلَّمہؓ مجھے نہ پہچان سکیں، لہٰذا میں نے چہرے سے نقاب ہٹا کر انہیں اپنا تعارف کروایا اور جب بتایا کہ میں نے تنہا ہجرت کی ہے تو وہ حیران ہوگئیں اور حیرت سے پوچھنے لگیں کہ کیا واقعی! تن تنہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہجرت کی ہے؟ میں نے اقرار کیا، ابھی ہم باتیں ہی کر رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور تمام بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اهلاً وسهلاً کہہ کر مجھے خوش آمدید کہا اور میرے اس طرح اسلام کی خاطر ہجرت کرنے کی تعریف کی۔

(ماخوذ از: گلدستہ صفۃ الصفوۃ ،ذکر المصطفیات من طبقات الصحابیات ،ام کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط ،الجلد الاول 2۔39)

حضرت سیدہ اُمِّ حکیم بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

اسی طرح ایک نومسلم صحابیہ کا ذکر ملتا ہے کہ کیسے قبول اسلام نے ان کی ایمانی حالت بدل دی اور وہ شوہر کی تلاش میں تنہا مگر باپردہ حالت میں نکل کھڑی ہوئیں اور بامراد لوٹیں۔حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب دشمنِ اسلام ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت سیدہ اُمِّ حکیم بنتِ حارث رضی اللہ عنہا نے اِسلام قبول کیا تو بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم !عِکرمہ (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) یمن کی طرف بھاگ گئے ہیں اور وہ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ آپ انہیں قتل کردیں گے، لہٰذا انہیں امان عطا فرمادیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے حضرت عکرمہ کو امان دیدی۔ پھر حضرت سیدنا اُمِّ حکیمؓ عکرمہ کی تلاش میں باپردہ نکل پڑیں اور آخر تِہامَہ کے ساحل پر جاپہنچیں۔ ادھر عِکرِمَہ بھی اسی ساحل پر پہنچ کر کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی ڈگمگانے لگی، کشتی بان نے کہا: اِخلاص سے رب کو یاد کرو۔ عکرمہ بولے: میں کون سے الفاظ کہوں؟ اس نے کہا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو! تو بولے: اس کلمہ کی وجہ سے تو میں یہاں تک پہنچا ہوں، لہٰذا تم مجھے یہیں اُتار دو۔ اتنے میں حضرت اُمِّ حکیمؓ نے آپ کو دیکھ لیا اور ان سے کہنے لگیں: اے میرے چچا زاد! میں ایک ایسی عظیم ہستی کے پاس سے آرہی ہوں جو بہت زیادہ رحم دل اور احسان فرمانے والی ہے، وہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔ لہٰذا خود کو ہلاکت میں مت ڈالئے! آپؓ کے اِصرار پر عکرمہ رک گئے، پھر آپؓ نے انہیں امان کی یقین دہانی کراتے ہوئے واپسی کے لیے آمادہ کرلیا، اس کے بعد دونوں مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ

شَیٔ فَادَّتَغَطِّیْنَا لوٹ آئے اور یوں حضرت اُمِّ حکیمؓ اپنے شوہر حضرت سیدنا عکرمہؓ کے ساتھ باپردہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے امان کی یقین دہانی کے بعد اسلام قبول کرلیا۔

(ماخوذ از: گلدستہ۔۔کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، عکرمہ رضی اللہ عنہ، المجلد السابع، ۱۳ / ۲۳۲، حدیث:۳۷۰۶۱، مفہوماً)

ماخوذ از ازواج مطہرات وصحابیات کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ 565)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''۔۔۔صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ ان کے نمونے کیا تھے؟ عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا کیا نمونہ دکھایا کہ آپ نے ایک شخص کو یہ کہنے پر کہ فلاں جگہ میں رشتہ کر رہا ہوں۔ آپؐ نے اسے فرمایا جاؤ اور اسے کہو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ رشتے سے پہلے میں آپ کی بیٹی کو دیکھ لوں۔ لڑکی کا باپ اس بات پر دروازے کے باہر آکے بڑا ناراض ہوا کہ میں بالکل اپنی بیٹی کو تمہارے سامنے نہیں لاؤں گا۔ بیٹی یہ باتیں سن رہی تھی۔ گھر کے دروازے سے اپنا چہرہ باہر نکال کر کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور ان کا یہ حکم ہے تو میرا چہرہ دیکھ لو۔ مرد کا بھی تقویٰ دیکھیں کہ اس نے فوراً اپنی نظریں نیچی کر لیں کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا پاس اس قدر ہے، احترام ہے تو میں اس تقویٰ کی بنیاد پر ہی رشتہ طے کرنا چاہتا ہوں اور اب مجھے چہرہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 39 صفحہ 141-140، خطبہ بیان فرمودہ 6 جون 1958ء)

''اگر لڑکی کھلے منہ پھرتی تو اول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پھر لڑکی کے باپ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی اس قسم کے بہت سے واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ کھلے منہ عورتیں نہ پھرتی تھیں۔ ہاں کام سے باہر نکلتیں تھیں جنگوں میں بھی شامل ہوتی تھیں۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی ایک بیوی آپ کے پاس آئیں شام کا وقت ہو گیا آپ انہیں گھر پہنچانے کے لیے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں دو آدمی ملے غالباً منافق ہوں گے۔ آپؐ نے خیال کیا ان کے دل میں کوئی بدظنی پیدا نہ ہو آپ نے اپنی بیوی کے منہ سے پردہ ہٹا دیا۔ کہا یہ میری بیوی ہے جو میرے ساتھ ہے اگر کھلا رکھا جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اپنی بیوی کا چہرہ دکھانے کی کیا ضرورت ہوسکتی تھی۔''

(ماخوذ از: بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد اول صفحہ 201 تا 202)

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابو داؤد کتاب اللباس میں یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ایسے مردوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اب یہ وہ باتیں ہیں جہاں تک میں نے اس زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس زمانے کے معاشرے میں پڑھنے میں بھی نہیں ملتیں لیکن آج کے زمانے میں یہ ایک عام بات ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث واضح طور پر ثابت کرتی ہیں کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے کی بالکل واضح خبریں اللہ تعالیٰ سے پائیں اور انہیں اس طرح وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ جیسے آج کل کی Society کو دیکھ کر کوئی وہ باتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گویا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب عورتیں مردوں جیسے لباس پہنیں گی اور مردوں جیسی ادائیں اختیار کریں گی اور اسی میں وہ اپنی برتری سمجھیں گی کہ ہم زیادہ جدید خیالات کی عورتیں ہیں، ہمیں پرانے زمانے کی باتوں کی پرواہ نہیں رہی اور ان کی جدت پسندی مردوں میں بھی پائی جائے گی اور مرد عورتوں کی طرح پھریں گے اور یہ امر واقعہ ہے کہ بعض دفعہ دکانوں پر کوئی جارہا ہو تو پیچھے سے دیکھ کر پتہ نہیں چلتا کہ یہ مرد ہے کہ عورت ہے اور مڑیں تو پھر بھی کچھ دیر کے بعد پتہ لگتا ہے۔۔۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لعنت بھیجی ہے اس لعنت کا مطلب یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اتنا ناپسند فرماتے تھے کہ اسلامی معاشرے سے اس کو دور رکھنا چاہتے تھے۔ لعنت کوئی گالی کے طور پر نہیں ہے بلکہ لعنت کا مطلب ہے دور ہٹی ہوئی چیز کہ اے خدا اس بلا کو اس بیماری کو ہم سے دور رکھ لیکن مجھے افسوس ہے کہ بسا اوقات اگر بسا اوقات نہیں تو کبھی کبھار ضرور احمدی بچیوں میں بھی مجھے یہ رجحان نظر آتا ہے۔''

(حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ کے مستورات سے خطابات، خطاب 8 ستمبر 1995ء، صفحہ 439)

صحابیات کی زندگیاں واقعی ہمارے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں، لہٰذا ہمارے لیے زندگی کو شریعت کے سنہرے اُصولوں کے مطابق گزارنے کی کوشش کرنے میں صحابیات کی زندگیوں سے ماخوذ اسباق انتہائی اہمیت کے حامل ہیں جو امام محمد بن محمد غزالیؒ نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ خلاصۃً درج ذیل ہیں:

☆...عورت کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے گھر کی چار دیواری میں گوشہ نشین رہے۔

☆... (بلاضرورت) چھت پر بار بار نہ چڑھے۔

☆...اپنی گفتگو پر پڑوسیوں کو آگاہ نہ کرے۔ (یعنی اتنی آواز میں گفتگو کرے کہ اس کی آواز چار دیواری سے باہر نہ جائے)

☆...بلا ضرورت پڑوسیوں کے پاس آیا جایا نہ کرے۔

☆...جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اُسے خوش کرے۔

☆...شوہر کی غیر موجودگی میں اُس کی عزّت کی حفاظت کرے۔

☆... گھر سے نہ نکلے، (ضرورتاً) اگر کسی کام سے نکلنا پڑے تو باپردہ ہو کر نکلے۔

☆...اپنی غربت وغیرہ کو چھپائے بلکہ جو اسے جانتا ہو اس کے سامنے اپنی غربت کا اظہار نہ کرے۔

☆...اِصلاحِ نفس اور گھریلو معاملات کی درستی میں انتہائی کوشش کرے۔

☆... نماز، روزے کی پابندی کرے۔

☆...اپنے عیوب پر نظر رکھے۔

☆... دِینی معاملہ میں خوب غور وتفکر کرے۔

☆... خاموشی کی عادت بنائے۔

☆... نگاہیں نیچی رکھے۔

☆...اپنے دِل میں رب کا خوف پیدا کرے۔

☆... کثرت سے اللہ عزوجل کا ذکر کرے۔

☆...اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے۔

☆...شوہر کو رزقِ حلال کمانے کی ترغیب دلائے۔

☆...شوہر سے تحائف وغیرہ کی زیادہ فرمائش نہ کرے۔

☆...شرم وحیا کو لازم پکڑے۔

☆...بدزبانی وفحش کلامی نہ کرے۔

☆...صبروشکر کا دامن کبھی نہ چھوڑے۔

☆...اپنے نفس کے معاملے میں ایثار کرے۔

☆...اپنی حالت اور خوراک کے معاملے میں خود کو تسلی دے۔

☆...جب شوہر کا دوست گھر میں آنے کی اجازت چاہے اور شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو اُسے گھر میں آنے کی اجازت نہ دے اور اپنے نفس اور شوہر سے غیرت کرتے ہوئے اُس سے کثرتِ کلام نہ کرے۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی، رسالہ ادب فی الدین، آداب المرأة فی نفسها، ص 442)

حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم المعروف اماں جانؓ کے پردے کا معیار اور دیگر صحابیاتؓ کے مثالی نمونے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ اپنی تصنیف ''سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت ام المومنینؓ شرعی پردہ کی سختی سے پابند ہیں۔ آپ کبھی بے نقاب نہیں ہوتیں۔ چہرہ کو حتی الامکان چھپاتی ہیں۔ اگر کوئی خاص نقاب وغیرہ نہ ہو تو کم از کم چہرہ کے آگے پنکھا رکھ لیتی ہیں یا کسی اور چیز کی اوٹ لے لیتی ہیں۔''

(بحوالہ سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی، شیخ محمود احمد عرفانی صفحہ 343)

لباس میں حیا اور پردے کا خیال

''آپؓ کا لباس نہایت صاف، نفیس، سادہ اور پردے کے لحاظ سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ یعنی نہ تو نئے فیشن کا نہ اس میں کوئی جدت۔ کوئی کپڑا ایسا باریک یا پتلا میں نے تو ان کو کم وبیش تیس سالوں میں نہیں دیکھا جس میں باقاعدہ پردے کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔ نہ کرتے کی آستینیں کبھی کم دیکھی ہیں۔ اچھی طرح لمبی آستینوں کی قمیض اور اگر ململ باریک ہو تو نیچے بنیان اوپر صدری ہوتی ہے۔''

(بحوالہ سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی، شیخ محمود احمد عرفانی صفحہ 392)

پھر ذکر ملتا ہے۔۔۔''حضرت اماں جان بہت خوش لباس تھیں۔ خوبصورت رنگوں کے کپڑے پہنتی تھیں۔ لمبی قمیض، تنگ پاجامہ جس پر پٹی لگی ہوئی ہوتی تھی۔ بڑا دوپٹہ اوڑھتی تھیں جس پر چنٹ بھی ڈلی ہوتی تھی۔۔۔ باہر جاتے ہوئے سفید رنگ کا ترکی کوٹ جس کی دو جیبیں بھی ہوتی تھیں اوپر گول ٹوپی والی ابری ہوتی تھی۔ چھتری لے کر چلتی تھیں۔ اگر کوئی آدمی آجاتا تو چھتری کو نیچے کر کے پردہ کر لیتی تھیں۔''

(بحوالہ خدیجہ رسالہ شمارہ 2013/1صفحہ 290)

خادمات کے پردے کا خیال

''حضرت اماں جانؓ کے گھر میں بہت سی خادمات رہتی تھیں اور حضرت اماں جان ان کی مذہبی پابندی اور نیک کرداری کا ہر طرح خیال رکھا کرتی تھیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ ڈاکٹری پڑھ رہے تھے اور تعطیلات میں آتے تو ام المومنینؓ ان کے آنے سے بیشتر سب کو حکم دے دیتی تھیں کہ چھوٹی بڑی تمام مستورات ان سے پردہ کیا کریں۔ اس لئے کہ اب ان سے پردہ کا حکم ہے اور وہ ماشاءاللہ جوان ہو گئے ہیں۔''

(بحوالہ سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی، شیخ محمود احمد عرفانی صفحہ 409)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، حضرت امّ المومنین کو کس حد تک پردہ کرواتے تھے یا کیا طریق تھا۔ اس بارہ میں روایت ہے کہ ''حضرت ام المومنین کی طبیعت کسی قدر ناساز رہا کرتی تھی۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ فرمایا کہ اگر وہ ذرا باغ میں چلی جایا کریں تو کچھ حرج تو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

''دراصل ہمیں تو اس لحاظ سے کہ معصیت نہ ہو کبھی کبھی گھر کے آدمیوں

کو اس لحاظ سے کہ شرعاً جائز ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں رعایت پردہ کے ساتھ باغ میں لے جایا کرتا تھا اور میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ بہار کی ہوا کھاؤ۔ گھر کی چار دیواری کے اندر ہر وقت بند رہنے سے بعض اوقات کئی قسم کے امراض حملہ کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو لے جایا کرتے تھے۔ جنگوں میں حضرت عائشہؓ ساتھ ہوتی تھیں۔ پردہ کے متعلق بڑی افراط تفریط ہوئی ہے۔ یورپ والوں نے تفریط کی ہے اور اب ان کی تقلید سے بعض نیچری بھی اسی طرح چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس بے پردگی نے یورپ میں فسق و فجور کا دریا بہادیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل بعض مسلمان افراط کرتے ہیں کہ کبھی عورت گھر سے نکلتی ہی نہیں حالانکہ ریل پر سفر کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ غرض ہم دونوں قسم کے لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو افراط اور تفریط کر رہے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 557,558 ایڈیشن 2003)

حضرت ام المومنینؓ کا برقعہ بطور تحفہ دینا

ایک اور واقعہ ملتا ہے مولوی سید عبد الحلیم صاحب کٹکی کی بیوی محترمہ مسرت النساء عرف روضہ بی بی سونگڑا (اڑیسہ) نے حضرت ام المومنینؓ کی ایسی ہی عطا کا ذکر کیا۔ وہ لکھتی ہیں کہ "1938ء میں میں پہلی بار قادیان گئی۔ اڑیسہ میں چونکہ برقعے کا رواج نہیں اس لئے میں موگھیر کی ایک بہن سے ایک برقع مستعار لے کر آئی جو غلاف کی طرح سے تھا اور دامن کی طرف سے اوڑھا جاتا تھا اور اسی طرف سے نکالا جاتا تھا۔ مجھے اول تو برقعے کی عادت نہ تھی، اور کچھ برقع غلاف کی طرح تھا۔ اسے پہن کر میں راستہ میں چل نہ سکتی تھی۔ مائی کاکو صاحبہ مجھے مہمان خانے سے اس طرح لے گئیں جیسے کوئی اندھے کو لے کر جاتا ہے۔ اور اسی طرح لے جاکر مجھ اماں جان کے دربار میں کھڑا کر دیا۔ حاضرات مجلس نے قہقہہ مارا۔ برقعہ اتارا تو میری ساڑھی کا پلو اور بال سب الٹ گئے اور الجھ گئے۔ حضرت اماں جان نے بعد جواب سلام و پرسش احوال پہلا سوال برقعہ کا کیا۔ میں نے حال سنایا تو آپ نے حکم دیا۔ ہمارا وہ برقعہ لاؤ۔ برقعہ ہلکے زرد رنگ کا تھا اور مصری طرز کا تھا جس کے دو حصے تھے۔ ایک کوٹ کی طرح تھا۔ اور ایک سر پر چادر کی طرح فرمایا: اس کو پہن کر دیکھو۔ میں کھڑی ہوگئی اور پہن کر بے ساختہ میرے منہ سے نکلا اماں جان اب تو چودہ طبق روشن ہوگئے۔ آپ ہنس پڑیں اور فرمایا۔ اس کو پہن کر قادیان میں آنا جانا کیا کرو۔ واپسی پر جب میں حاضر ہوئی تو برقعہ واپس دینے کو میں نے پوچھا۔ فرمایا: تمہاری طرف تو استعمال نہیں ہوتا تم لے کر کیا کرو گی۔ میں نے عرض کیا اب جبکہ آپ نے عنایت کیا ہے تو ضرور استعمال کروں گی۔ اور اس عطا کے بعد میں اسے کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ مسکرا کر فرمایا اچھا لے جاؤ۔ غالباً یہ پہلا ہی برقعہ ہے جو صرف اور صرف مجھے حاصل ہوا۔"

(بحوالہ سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی، شیخ محمود احمد عرفانی صفحہ 292,293)

دخت کرامؓ کا مثالی پردہ

محترمہ امتہ الودود صاحبہ ربوہ صاحبہ سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ "آپ پردہ کی بڑی سختی کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ آپ بیمار تھیں اور روزانہ ڈاکٹر آپ کو دیکھنے آتا تھا۔ لیکن حتی الامکان ڈاکٹروں سے پردہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ کسی نے عرض کی کہ ڈاکٹر تو آپ کو روزانہ دیکھنے آتا ہے۔ اور بیماری کی حالت میں اس نے آپ کو دیکھا بھی ہے اس لیے اگر آپ ڈاکٹر سے پردہ نہ کریں تو کیا حرج ہے۔ فرمانے لگیں۔ اللہ کا حکم ہے عورت غیر مرد سے پردہ کرے اس لیے میں کیوں اللہ کے حکم کی نافرمانی کروں بیماری اور بے ہوشی کی حالت میں پردہ نہ کرسکنا تو ایک مجبوری ہے۔ چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ جب ڈاکٹر آتا تو آپ اپنا چہرہ ڈھانپ لیتیں۔ اسی طرح آپ کے پاس جو لڑکیاں آپ کی خدمت کے لیے رہتی تھیں انہیں پردہ کرنے کی تلقین فرماتیں۔ اور چھوٹے دوپٹے اوڑھنے سے منع کرتی تھی۔ فرماتیں کہ تم گھر میں بھی بڑی چادر اوڑھا کرو اس میں وقار ہے۔"

(ماخوذ از: بحوالہ خدیجہ شمارہ سیرت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خواتین مبارکہ 2013/1 صفحہ 172,173)

ڈاکٹر فہمیدہ منیر اپنے مضمون میں بیان کرتی ہیں "حیا اور پاکیزگی کا بہت خیال تھا۔ بیماری میں جب بھی میں انہیں دیکھنے گئی۔ اشد مجبوری کی حالت کے علاوہ کبھی معائنہ کے لیے راضی نہ ہوتی تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں۔ نرس کے طور پر صرف حلیم کو لایا کرو۔ نرس بدل کر ساتھ نہ لانا۔ شرم اور حجاب کی وجہ سے آخری دم تک لیڈی ڈاکٹر بھی بدلنے کے لئے تیار نہ ہوئیں۔"

(بحوالہ خدیجہ شمارہ سیرت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خواتین مبارکہ صفحہ 378)

ترجمہ و تلخیص مدثر ظفر

وڈ پیکر

Woodpecker

اگر آپ نے کبھی لکڑی پر کلہاڑی سے ضرب لگائی ہو تو آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ یہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ لکڑی کو چیرنے کے لیے بہت زیادہ طاقت لگانی پڑتی ہے اور اچھے اچھوں کو دانتوں پسینہ آجاتا ہے۔ لیکن ایک پرندہ ایسا بھی ہے جس کا مشغلہ ہی لکڑیاں کاٹنا ہے اور وہ بھی صرف اپنی چونچ سے۔ یہ نہ صرف اس کی حصول خوراک کا ذریعہ ہے بلکہ وہ درختوں میں گھر بنا کر بھی رہتا ہے۔ جی ہاں یہ ہے وڈ پیکر جو ایک سیکنڈ میں بیس دفعہ لکڑی پر اپنی چونچ سے ضرب لگا سکتا ہے اور ایک دن میں اندازاً دس ہزار مرتبہ یہ عمل دہرا سکتا ہے۔ وڈ پیکر کی لکڑی پر ایک ضرب کی طاقت ایسے ہی ہے جیسے کوئی انسان بہت تیزی سے بھاگتا ہوا آئے اور درخت کے تنے میں اپنا سر دے مارے۔ آپ اندازہ لگاتے ہیں کہ اس حرکت کا انجام کیا ہوگا۔ لیکن وڈ پیکر کو سارا دن درختوں سے ٹکریں مارنے کے باوجود کچھ بھی نہیں ہوتا، آخر کیوں؟

کہا جاتا ہے کہ گرنے سے کوئی نہیں مرتا ٹکرانے سے مرتا ہے۔ یعنی تیزی سے گرتے ہوئے کسی چیز سے ٹکرائیں اور یکدم رفتار صفر ہوجائے، یہ عمل جان لیوا ہوگا لیکن وڈ پیکر کے معاملہ میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اس کی چونچ پوری رفتار اور طاقت سے درخت کے ٹھوس تنے سے ٹکرانے کے باوجود محفوظ رہتی ہے۔ نہ تو وڈ پیکر کی کھوپڑی کو کچھ ہوتا ہے نہ اس کی چونچ ٹوٹتی ہے۔

انسانی کھوپڑی حیرت انگیز طور پر مضبوط ہے لیکن انسانی دماغ کسی جیلی کی طرح کھوپڑی کے اندر تیر رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سر کسی

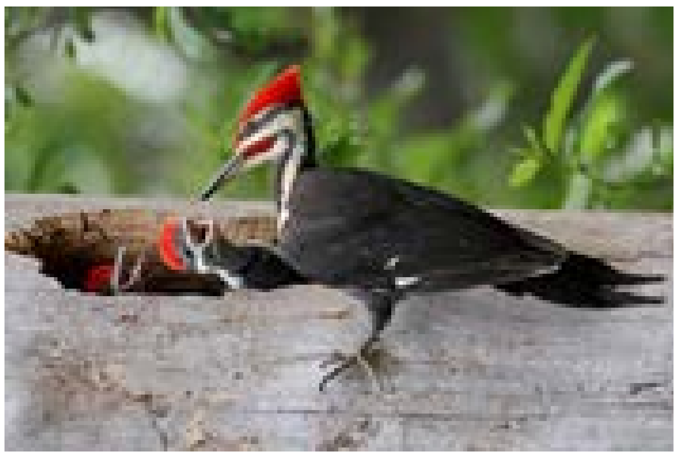

ٹھوس چیز سے زور سے ٹکرائے تو دماغ کھوپڑی کی سطح سے ٹکراتا ہے جس کے نتیجے میں دماغ کے خلیے متاثر ہوتے ہیں، دماغ ماؤف ہوجاتا ہے، چکر آ سکتے ہیں، وقتی یا مستقل طور پر یادداشت متاثر ہوسکتی ہے، انسان بیہوش ہوسکتا ہے، نظر متاثر ہوسکتی ہے اور بعض اوقات جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑ سکتے ہیں۔

اس کے بالمقابل خالق نے وڈ پیکر کی حفاظت کے لیے حیرت انگیز انتظامات کر رکھے ہیں۔ اس کی مضبوط پلکیں اس کی آنکھوں کے ڈیلوں کی حفاظت کرتی ہیں اور ہر بار لکڑی پر ضرب لگاتے وقت ایک باریک جھلی اس کی آنکھوں کے آگے آجاتی ہے جو آنکھوں کو نقصان پہنچنے سے بچاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو یہ تو ضرب اتنی شدید ہوتی ہے اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ وڈ پیکر درختوں میں سوراخ کرکے ان میں اپنی زبان داخل کرکے کیڑوں کو اپنی خوراک بناتے ہیں۔ وڈ پیکر کی زبان اس کی چونچ سے تین گنا زیادہ بڑی ہوتی ہے جو گلے سے گزر کر کھوپڑی کے پیچھے سے ہوتی ہوئی دو حصوں میں تقسیم ہو کر آنکھوں کے اوپر آکر دوبارہ مل جاتی ہے۔ درخت پر ضرب لگاتے وقت زبان کار کے سیٹ بیلٹ کی طرح اس کے دماغ کو جکڑ لیتی ہے۔

وڈ پیکر کی کھوپڑی کی ہڈیاں دوسرے پرندوں کے مقابلہ میں زیادہ موٹی ہوتی ہیں۔ جسمانی وزن کے حساب سے وڈ پیکر کا دماغ کافی چھوٹا ہوتا ہے حتیٰ کہ آنکھوں کی cavity بھی دماغ سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔

زمین پر رہتے ہوئے ہمیں کشش ثقل کی مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے جسے جی فورس کہتے ہیں۔ اگر اسے مقدار میں بیان کیا جائے تو زمین پر چلتے وقت ہمیں 1G کے برابر کشش ثقل کی مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک رولر کوسٹر پر جھولے لینے کے دوران ایک انسان 5G تک کی قوت محسوس کرتا اور برداشت کرسکتا ہے۔ ایک فامولا ون کار ریسر 200G کی قوت سے ٹکرانے کے باجود محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹکر کی صورت میں رفتار صفر ہونے میں چند ملی سیکنڈ کا وقت لگتا ہے۔ لیکن وڈ پیکر کے پوری رفتار سے لگائے ایک اسٹروک کی رفتار صفر ہونے میں صرف آدھے ملی سیکنڈ کا وقت لگتا ہے۔ انسانی دماغ 300G تک کے اسٹروک کو برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن انسانی ہتھیلی کے برابر جسامت رکھنے والے وڈ پیکر کا دماغ 4000G تک کی طاقت کے اسٹروک کو برداشت کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتا ہے۔

وڈ پیکر کی چونچ بہت خوبصورت طریقے سے ڈیزائن ہے۔ اس کی دو تہیں ہوتی ہیں اندرونی اور بیرونی۔ بیرونی سطح پر ایک مضبوط کور ہوتا ہے جس کے نیچے ہڈیاں ہوتی ہیں۔ چونچ کا اوپر والا حصہ نیچے والے حصہ سے تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے۔

یہ ترتیب اتنی شاندار ہے کہ چونچ سے لگائی گئی زوردار ٹکر کے نتیجے میں پیدا ہونے والی زبردست G فورس چونچ کے اوپر والے حصے سے نیچے منتقل ہوتی ہے اور پورے جسم پر پھیل جاتی ہے۔ ٹکر کا بہت تھوڑا دباؤ اوپر والی چونچ پر رہتا ہے جس کی وجہ سے دماغ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

تسلیم احمد۔ اے مقیت، نیوزی لینڈ

رپورٹ جلسہ سالانہ نیوزی لینڈ 2021ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مؤرخہ 23 جنوری 2021ء، بروز ہفتہ جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کو اپنا 32 واں سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ گزشتہ ایک سال کے دوران کرونا کی وبا کی وجہ سے اکثر ممالک میں جماعتیں اپنے جلسہ ہائے سالانہ منعقد نہیں کرسکیں، تاہم نیوزی لینڈ میں اس وبا کے کنٹرول کی بدولت جماعت نیوزی لینڈ کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ایک روز کے لئے جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ امسال پہلی دفعہ جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جلسہ سالانہ آکلینڈ میں جماعتی مسجد کے احاطہ کی بجائے ایک بیرونی مقام پر منعقد ہوا جس کے لئے ایک کالج کے دو ہال کرایہ پر لئے گئے تھے۔

جلسہ سالانہ کا باقاعدہ آغاز، حسب روایت، لوائے احمدیت کے لہرائے جانے اور دعا سے ہوا۔ مجموعی طور پر جلسہ کے چار اجلاسات ہوئے جن میں مختلف موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔ جلسہ سالانہ کا بنیادی موضوع اس دفعہ ’’اقوام عالم کے مابین اتحاد‘‘ رکھا گیا تھا۔ جلسہ کے افتتاحی خطاب میں نیشنل صدر جماعت نیوزی لینڈ، مکرم بشیر احمد خان صاحب، نے اس امر کا خصوصی اظہار فرمایا کہ دنیا اس وقت کرونا کی وبا کی وجہ سے کئی پابندیوں کا سامنا کر رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ جماعت نیوزی لینڈ کو جلسہ سالانہ کے انعقاد کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں جلسہ کے اغراض و مقاصد اور اس کے افضال کا ذکر کیا، نیز شاملین جلسہ کو اس کی برکات سے بھرپور حصہ لینے کی تلقین کی۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس خاص طور پر غیر از جماعت مہمانوں کے ساتھ رکھا گیا تھا، جس میں حکومتی وزراء، اراکین پارلیمنٹ، مذہبی و سماجی عمائدین اور کئی دیگر مہمانوں نے شرکت کی۔ حکومتی وزیر محترمہ پری آنکا رادھا کرشنن، جو کہ اس اجلاس میں بطور مہمان خصوصی شامل ہوئیں، نے اپنے خطاب میں کہا کہ آپ نے اپنے جلسہ کے لئے جو بنیادی موضوع چنا ہے وہ ان سفارشات سے مطابقت رکھتا ہے جو کہ کرائسٹ چرچ کی مساجد پر ہونے والے حملوں کے متعلق تحقیقاتی کمیشن نے حال ہی میں پیش کی ہیں، جن میں خاص طور پر معاشرتی ہم آہنگی اور اتحاد کی بات کی گئی ہے۔ یہ ایسا موضوع ہے جو ہماری حکومت کی عمومی پالیسی سے ہم آہنگ ہے۔ اسی طرح اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل باہمی اتحاد کی جو بات کرتے ہیں، اس کی جھلک بھی آپ کے جلسہ کے بنیادی موضوع میں نظر آتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس سے آپ کی جماعت کی ان کوششوں کی عکاسی ہوتی ہے جو آپ مختلف مذاہب اور گروہوں کے مابین مفاہمت اور عالمی یگانگت کے فروغ کے لئے کرتے ہیں۔

ایک اور حکومتی وزیر، محترم مائیکل ووڈ، نے حاضرین جلسہ سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کی قیادت اور آپ کے کام کو بہت سراہتا ہوں، جو اس جلسہ اور سالانہ امن کانفرنس کے انعقاد کی صورت میں آپ کرتے ہیں، نیز آپ کی ان تمام کوششوں کا خیر مقدم کرتا ہوں جو آپ نہ صرف اپنی جماعت کی بہتری کے لئے، بلکہ نیوزی لینڈ میں امن اور انصاف کے قیام کے لئے کرتے ہیں۔

اس اجلاس میں جماعت کی طرف سے دو تقاریر پیش کی گئیں۔ پہلی تقریر میں مکرم محمد اقبال صاحب، نیشنل سیکرٹری جائیداد، نے موجودہ صورتحال کے تناظر میں عالمی افق پر منڈلاتے خطرات کی نشاندہی کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعدد ارشادات کے حوالہ سے دنیا کی موجودہ گھمبیر صورتحال کا نقشہ کھینچتے ہوئے، حضور انور ایدہ اللہ کی طرف سے دی گئی راہنمائی اور نصائح کو پیش کیا۔ دوسری تقریر جو کہ جلسہ کے بنیادی موضوع ’’اقوام عالم کے مابین اتحاد‘‘ پر تھی، محترم مربی سلسلہ، مستنصر احمد صاحب قمر نے کی۔ انہوں نے اسلامی نقطہ نظر سے اتحاد کے قیام کے متعلق بات کرتے ہوئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے کو پیش کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک تقریر کا حوالہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں آباد یہود قبائل سے معاہدہ کیا جس کے تحت مسلمان اور یہودی شہری مل کر امن کے ساتھ رہنے لگے اور ان کے تعلقات میں ایک دوسرے سے ہمدردی، برداشت اور مساوات کی روح کارفرما تھی۔ یہ معاہدہ انسانی حقوق اور انصاف پر مبنی حکومت کے قیام کے لئے ایک عظیم دستاویز ثابت ہوا جس نے مدینہ میں رہنے والے مختلف گروہوں کے مابین امن کے قیام کو یقینی بنایا۔ اس معاہدہ کی رو سے تمام لوگ، بلا تمیز مذہب یا رنگ و نسل ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے کے پابند تھے۔ آزادی عقیدہ اور آزادی ضمیر اس معاہدہ کے ستون کی حیثیت رکھتے تھے، جبکہ باہمی اتحاد اس معاہدہ کی بنیاد کا درجہ رکھتا تھا۔

اس اجلاس کے بعد بعض غیر از جماعت مہمانوں نے جلسہ کے متعلق اپنے تاثرات بھی ریکارڈ کروائے۔ محترمہ مریم عارف صاحبہ جو کہ پولیس میں ترجمان کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں نے کہا کہ تقاریر میں نمایاں طور پر اتحاد و یگانگت کی ہی بات ہوئی ہے جو کہ آج کے دور کی بہت بڑی ضرورت ہے۔

پولیس کے ایک سینئر رابطہ افسر، مکرم راکیش نائیڈو صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج کے اس اجلاس کا حاصل یہی ہے کہ اتحاد کے قیام کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے اور ہمیں اس امر کا احترام کرنا چاہیئے کہ ہمارے معاشرے میں رنگ و نسل کے حوالہ سے مختلف گروہ موجود ہیں، اور ہمیں ان سب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیئے، اور یہ کہ ہر قومیت اور گروہ کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو نیوزی لینڈ میں محفوظ محسوس کریں جو اسی وقت ممکن ہے جب معاشرہ میں انصاف کا حقیقی معنوں میں قیام ہو۔

ایک عیسائی چرچ کے راہنما، ریورنڈ بروس کیلی، نے کہا کہ تقاریر بہت اچھی تھیں اور اراکین پارلیمنٹ کی شمولیت بھی بہت حوصلہ افزاء تھی۔ یہ سب کچھ اس احساس کو تقویت دیتا ہے جو نیوزی لینڈ میں پرامن اور عمدہ ماحول کے متعلق ہم رکھتے ہیں۔ حکومت واقعی سب کو ساتھ لیکر چلنے والی ہے اور اس حوالہ سے ان کا عزم قابل قدر ہے کہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے جس میں سب قومیتیں مل کر رہیں اور کوئی پیچھے نہ رہے۔

جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس میں مکرم شفیق الرحمن صاحب، مربی سلسلہ نیوزی لینڈ نے اپنی تقریر میں موجودہ حالات میں اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع اور اس کے حضور جھکنے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع دراصل انسانی زندگی کے مقصد کا حصول ہے جو کہ عبادت الٰہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف کامل طور پر جھکے بغیر ہم اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ نیز اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کے بغیر انسانیت کے لئے امن کی کوئی ضمانت نہیں۔

جلسہ کا اختتام مکرم بشیر احمد خان صاحب، نیشنل صدر جماعت نیوزی لینڈ کی تقریر سے ہوا جس کے بعد انہوں نے اجتماعی دعا کروائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیوزی لینڈ جماعت کا جلسہ سالانہ بہت کامیابی سے انعقاد پذیر ہوا اور تقریباً پانچ سو لوگ اس میں شامل ہوئے۔ دنیا کے موجودہ حالات میں اس جلسہ کا انعقاد اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم فضل کی حیثیت رکھتا ہے اور جماعت نیوزی لینڈ دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ سال بھی اسے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی توفیق عطا فرمائے اور جلد دنیا سے اس وباء کا خاتمہ ہو تا کہ دنیا کی باقی جماعتیں بھی جلسہ سالانہ کے افضال و برکات سے اپنی جھولیاں بھر سکیں۔

18 مارچ 2021ء

شہر		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	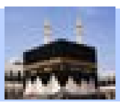	05:10	18:31
مدینہ منورہ	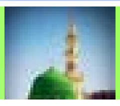	05:10	18:32
قادیان	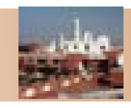	05:14	18:39
ربوہ	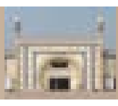	04:54	18:18
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:40	18:13